http://www.SchoolQuran.com

Quran Learning For Kids

http://www.schoolquran.com/Quran-Learning-For-Kids.php

Quran Learning For Women and Girls

http://www.schoolquran.com/Quran-Learning-For-Women.php

Quran Learning for All Family

http://www.schoolquran.com/Quran-Learning-For-Family.php

Learn Quran With Tajweed

http://www.schoolquran.com/Learn-Quran-With-Tajweed.php

Quran Courses

http://www.schoolquran.com/Quran-Courses.php

مواعظ حسنہ نمبر ۶۲

قرآنِ پاک کی روشنی میں

ثبوتِ قیامت اور اُس کے دلائل

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کُتب خانہ مَظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰، فون: ۴۹۹۲۱۷۶

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر۔ ۶۲

قرآن پاک کی روشنی میں

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷
پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۴۹۹۲۱۷۶

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا و مولانا

محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

ضروری تفصیل

قرآن پاک کی روشنی میں

نام وعظ : **ثبوتِ قیامت اور اُس کے دلائل**

واعِظ : عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ محمد اختر صاحب
ادام اللہ ظلالھم علینا الیٰ مأۃ وعشرین سنۃ مع الصحۃ والعافیۃ وخدمات الدینیۃ و شرف حسن القبولیۃ

تاریخ: ۱۹؍شوال المکرّم ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۷؍فروری ۱۹۹۷ء بروز جمعرات

وقت : بعد عشاء پونے نو بجے شب

مقام : مدرسہ مظاہر العلوم، لطیف آباد، حیدرآباد۔

موضوع: اثبات قیامت کے منقول و معقول دلائل عجیبہ اور رشد کے معانی پر عجیب تقریر

مرتب : یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی

کمپوزنگ : سید عظیم الحق حقی ۱۔ جے۔ ۳/۶۷ مسلم لیگ سوسائٹی ناظم آباد نمبر۔۱ (۶۶۸۹۳۰۰)

اشاعت اوّل: محرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق فروری ۲۰۰۵ء

تعداد : ۲۰۰۰

ناشر: کُتب خانہ مَظہرِی

گلشن اقبال-۲ کراچی پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن پاک کی روشنی میں

ثبوتِ قیامت اور اُس کے دلائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ۔ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْ

اَنْشَاَھَا اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ

وَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْ نِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ

اس وقت میرے آنے کا سبب کیا ہوا؟ حضرت مفتی وجیہہ صاحب دامت برکاتہم (افسوس کہ انتقال فرما گئے۔ مرتب) خلیفہ حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حافظ عبدالقدیر صاحب جو ہیرا باد کا ہیرا ہے اور ان کی وجہ سے مجھے تقریر کرنا آئی۔ عجیب وغریب داستان ہے۔ اُنہوں نے سب سے پہلے میری مثنوی مولانائے روم کی شرح شائع کی جس کا نام معارف مثنوی مولانا روم ہے۔ میں کسی کام سے یہاں آیا تھا۔ اُنہوں نے بغیر میرے پوچھے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ آج آزاد میدان مسجد محلّہ ہیرا باد میں شارح

مثنوی مولانائے روم کی تقریر ہوگی۔ میں نے اس سے پہلے کبھی تقریر نہیں کی تھی، مجلس میں بیٹھ کر باتیں کرلینا اور ہے، منبر پر تقریر کرنا اور ہے۔ اس شخص نے بغیر میرے پوچھے مجھے بٹھلا دیا اور مقتل میں پیش کر دیا۔ میرا دل دھڑکنے لگا، چونکہ میں نے کبھی مجمع عام سے خطاب نہیں کیا تھا اس لئے مارے ڈر کے زبان خشک ہوگئی، الفاظ ادا ہونے کے لئے دہن میں لعاب دہن نہیں تھا، مگر اس شخص کے اخلاص و آبرو کو اللہ نے رکھ لیا کہ مضامین آنے لگے اور بیان ہو گیا۔ میرا پہلا بیان یہیں ہیرا باد سے شروع ہوا۔اس کے بعد جب بیٹری چارج ہوگئی تو ساری دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا شُکر ہے کہ اب کوئی تکلُّف نہیں ہوتا مگر مقرر سازی اُسی نے سکھائی، زبردستی دریا میں پھینک دیا کہ تیرنا نہیں جانتے مگر اب تیرو گے جان بچانے کے لئے۔تو حافظ عبدالقدیر صاحب کے یہاں میرا آنا جانا شروع ہوا اور اُنہی کے گھر سے دعوت و تبلیغ کا کام حیدر آباد میں شروع ہوا۔ میں ہر مہینہ آیا کرتا تھا مگر اب ضعف کی وجہ سے اور کچھ مصروفیات کی وجہ سے آنا نہیں ہو رہا تو حضرت مفتی صاحب کے ساتھ یہ بھی پہنچ گئے اور میرپور خاص سے ہمارے ایک پیر بھائی بھی پہنچ گئے، تینوں نے خواہش ظاہر کی کہ بہت عرصہ ہوا سندھ کے اندرونی ضلعوں میں اور قصبات میں آنا نہیں ہوا تو تینوں بزرگوں کو دیکھ کر بڑی ہمت ہوگئی۔ ہمدرد نے تو شربت روح افزاء ایجاد کیا ہے مگر بزرگوں کی صحبت شربت ہمت افزاء ہے اور شربت محبت افزاء بھی ہے، تو ان حضرات کی خواہش پر میں یہاں حاضر ہوا ہوں۔

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا خاک اسرارِ محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیاہوں

عصرِ حاضر میں علماء کو اچھا لباس پہننے کی ترغیب

اور یہاں آنے سے پہلے یہ جبہ بھی مجھے ہدیہ ملا، مکہ شریف میں ایک دوست ہیں، انہوں نے مجھے یہ ہدیہ دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اپنی نعمت کو اپنے بندوں پر دیکھنا۔ جیسے ابا اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اچھا کپڑا پہنا دے اور عید، بقرعید پر وہ بچے میلا کچیلا پہن لیں تو ابا کو ناراضگی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو ربا نے ہم کو جو اسی ہفتہ میں تازہ ہدیہ دلایا تو میں نے سوچا کہ میں بحیثیت ٹیچر جا رہا ہوں، تو مجھے پھٹیچر نہیں ہونا چاہیے اور آج دن بھی غالباً سنیچر ہے تو میں اس حدیث پر عمل کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور میں مراقبہ کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کے اثر کو دیکھ کر مجھ سے خوش ہو رہے ہیں اور میں دعوت الی اللہ کو عظمت دین کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ اس زمانے میں مولویوں کے بارے میں یہی گمان ہے کہ چندہ مانگنے آیا ہو گا، زکوٰۃ، صدقات، اینڈ چمڑات لینے آیا ہوگا۔ اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ اب وہ زمانہ سلف کا نہیں رہا کہ بزرگوں سے لوگ ان کی سادگی کی وجہ سے حُسنِ ظن رکھتے تھے۔ اب اگر پیوند

لگائے کپڑے پہن لو تو عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیراتی مولوی ہے لیکن اگر اس جبہ کے ساتھ کوئی سفر کرے اور منبر پر بیان کرے تو کسی کے دل میں یہ وسوسہ آئے گا کہ چندہ لینے آیا ہے؟

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پیوند لگا ہوا کپڑا سنت ادا کرنے کیلئے پہنا۔ سفر پر جا رہے تھے۔ بڑی پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ پیوند لگا کپڑا پہننے کی سنت اپنے گھر پر ادا کیجئے، آپ باہر جا رہے ہیں، مریدین گھبرا جائیں گے کہ ہمارے پیر کے پاس کپڑا نہیں ہے تو اس میں ایک قسم کا درپردہ سوال ہے کہ آج کل پیرصاحب کے پاس کپڑے نہیں ہیں اس لئے اِنہیں کپڑوں کا ہدیہ پیش کرو۔ لہٰذا آپ یہ سنت اپنے وطن تھانہ بھون میں ادا کیجئے، باہر ایسے لباس میں جایئے کہ آپ کے مریدوں کو ذہنی پریشانی نہ ہو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک واعظ ایسا تھا جو ہر زمیندار کے بلانے پر وعظ کہنے جاتا تھا مگر کپڑا بہت کمزور، پھٹیچر، بالکل بوسیدہ اور خستہ پہن کر جاتا۔ جب وعظ کہتا تھا تو بیچ میں نعرہ مارتا اور گریبان کو اللہ اکبر کہہ کے پھاڑ دیتا تھا۔ اب جو میزبان بلاتا تھا وہ کہتا تھا کہ میرے گھر سے یہ پھٹیچر جائے گا تو دُنیا کیا کہے گی لہٰذا رات بھر میں درزی سے نیا جوڑا سلوا کر دے دیتا تھا۔ اس بہانے سے وہ ہر وعظ میں نیا جوڑا حاصل کر لیتا۔ تو بتایئے اس کی یہ ٹیچری اور پھٹیچری کرکٹ کی سنچری ہے کہ نہیں؟

اس لئے دوستو! جب نیا اور اچھا لباس پہنو تو خود کو بڑا نہ سمجھو، جب لباس بہترین پہنو تو اللہ کا شکر بھی بہترین طریقہ سے ادا کرو۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ساڑھے چار سو درہم کی چادر اوڑھتے تھے، اُس زمانے کا ساڑھے چار سو! اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا، اِس زمانے میں اچھے کپڑے پہنو تاکہ علماء کی بے وقعتی نہ ہو اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے صوفیو اور مولویو! اور اے دیندارو اور ڈاڑھی والو! چار پیسے بچا کر رکھو ورنہ امیر لوگ تم کو اپنی ناک صاف کرنے کا رومال بنا لیں گے۔ اگر اللہ چار پیسہ دے تو اس کو ضائع مت کرو، اس سے قلب مستغنی رہتا ہے۔

مفرحاتِ قلب

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں سو کا نوٹ جیب میں ہو تو ایک بوتل کا نشہ رہتا ہے لیکن یہ اُس زمانے کا سو کا نوٹ تھا، آج کا تو ہزار کا نوٹ بھی اس مقام پر نہیں ہے، اور فرمایا کہ اطباء اور حکماء نے ایک غلطی کی ہے کہ جہاں مفرحاتِ قلب کی دوائیں خمیرہ آبریشم، خمیرہ مروارید وغیرہ لکھی ہیں وہاں دو چیزیں وہ بھول گئے، ایک یہ کہ جیب میں کچھ سکہ بھی ہو، اور دوسری چیز چھوٹے بچے ہیں۔ یہ بھی مفرحِ قلب ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب خانقاہ سے اپنے گھر کی طرف جاتے تھے تو راستہ میں چھوٹے چھوٹے

بچوں میں کسی کا کان اینٹھ دیا، کسی کے سر پر ہلکا سے چپت لگا دیا۔ اب وہ غصہ ہو رہا ہے کہ اللہ کرے بڑے ابا مر جائیں، تھانہ بھون کے بچے حضرت کو بڑے ابا کہتے تھے، تو حضرت فرماتے تھے کہ جب بچے کہتے ہیں کہ یا اللہ بڑے ابا مر جائیں تو مجھ کو ایسا لگتا ہے کہ یہ دُعا دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے ابا کو جلدی سے اپنی ملاقات عطا فرما دیں۔

اللہ والوں کی خوش دلی

مولانا ظفر احمد عثمانی حضرت کے سگے بھانجے تھے جن کی ایک چھوٹی سی دودھ پیتی بچی تھی۔ ایک مرتبہ خانقاہ میں خربوزہ آیا۔ حضرت نے خربوزے کی ٹوکری خالی کر کے اس میں اُن کی سوئی ہوئی بچی کو رکھ کر اُوپر سے بند کر دیا۔ وہ ٹوکری ایسی ہوتی تھی جس میں جگہ جگہ سوراخ ہوتے ہیں اور سانس لینے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ یہ ٹوکری میرے بھانجے ظفر عثمانی کو پیش کر دو کہ ماموں نے ایک عظیم تحفہ بھیجا ہے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی سمجھے کہ ماموں نے ہمیں کوئی خربوزہ، تربوز، کیلا یا کوئی اور پھل وغیرہ بھیجا ہوگا۔ جب اس کو کھول کر دیکھا تو اپنی بچی نکلی تو فرمایا واقعی عظیم تحفہ ہے۔ اس سے حضرت کی خوش مزاجی اور خوشدلی بھی ثابت ہوتی ہے۔ آج کل خوشدلی والے کو پیر ہی نہیں سمجھتے۔ سمجھتے ہیں کہ پیر وہ ہے جو آنکھ لال کیے ہو اور بھینسے کی طرح سانس پھلاتا ہو، ناک پھلا پھلا کر سانس لے رہا ہو اور سب پر رعب جمائے ہوئے ہو۔ یہ طریقہ ہمارے بزرگوں

کا نہیں ہے، ہمارے بزرگ تو گھل مل کے رہتے ہیں۔

شرعی پردہ کا اہتمام

ایک واقعہ یاد آگیا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے سگے بھائی مولانا سعید احمد صاحب جب بارہ سال کے ہوگئے تو حکیم الامت نے پوچھا مولوی سعید تمہاری کیا عمر ہوگئی؟ کہا بارہ سال۔ فرمایا ممانی سے پردہ ہے یا نہیں؟ بس پھر گھر نہیں گئے حالانکہ حضرت پیرانی صاحبہ نے ان کو پالا تھا، ان کی اماں بچپن میں انتقال کر گئیں تھیں۔ پیرانی صاحبہ نے فرمایا یہ تو چھوٹا سا تھا، ہم نے اسے ہگایا مُتایا ہے۔ فرمایا کچھ بھی ہو مسئلہ یہی ہے۔ ماں اپنے بچے کو ہگاتی مُتاتی ہے مگر جب بچہ بالغ ہوجائے تو کیا پھر بھی اس کو ہگا مُتا سکتی ہے؟ شرم کی جگہ دیکھ سکتی ہے؟ بعضے لوگ کراچی میں چھوٹے بچوں کو نوکر رکھتے ہیں، جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو بیگم صاحبہ کہتی ہیں کہ آنے جانے دو، یہ تو بچپن کا پالا ہوا ہے۔ دوستو! عمر کی زیادتی سے مسئلے بدل جاتے ہیں۔ وہ لڑکا جس کو چار پانچ سال کی عمر سے پالا تھا جب بالغ ہوگیا تو اب اس کا گھر میں آنا جانا جائز نہیں ہے، اب اس سے پردہ کرو، شرعی پردہ بہت ضروری ہے۔

بلندی پر چڑھنے اور اُترنے کی سنت

میں جس مضمون کو بیان کرنا چاہتا ہوں اس سے پہلے دو تین سنت پیش کرتا ہوں کہ میرے شیخ کی ہدایت ہے کہ وعظ سے پہلے دو تین سنت بیان کر دو کہ امت کو کچھ عمل بھی مل جائے جس میں سے نمبر ایک سنت یہ

ہے کہ جب اُوپر چڑھے تو اللہ اکبر کہئے۔ جب نیچے اتریئے تو سبحان اللہ کہئے، چاہے مسجد کی سیڑھی ہو یا ہوائی جہاز یا موٹر، جب چڑھائی پر چڑھے تو اس وقت اللہ اکبر کہا کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، بخاری شریف کی روایت ہے اِذَا صَعِدْنَا کَبَّرْنَا ہم لوگ جب اُوپر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا اور جب نیچے اُترتے تھے تو سبحان اللہ پڑھتے تھے۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بلندی پر چڑھنے سے انسان کو خیال آتا ہے کہ میں بہت بلند ہوگیا۔ شریعت نے یہ سکھا دیا کہ بلندی پر چڑھو تو اپنی بڑائی کی نفی کر دو کہ اللہ اکبر، اے اللہ آپ بڑے ہیں ہم بڑے نہیں ہیں، ہم جو نیچے تھے وہی یہاں بھی ہیں، نیچے بھی بندے تھے، اب بھی بندے ہیں، بلندی تو بس آپ ہی کو زیبا ہے۔ اور جب نیچے اُترو تو کہو سبحان اللہ۔ اس میں یہ راز ہے کہ ہم نیچے ہو رہے ہیں مگر اے اللہ آپ نیچے ہونے سے پاک ہیں۔

وضو کی مسنون دُعا اور اس کی حکمت

معارف الحدیث میں کتاب الوضوء میں اور مجمع الزوائد میں یہ حدیث ہے کہ جو وضو سے پہلے یہ دُعا پڑھ لے، بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تو جب تک وضو رہے گا فرشتے ثواب لکھتے رہیں گے، چاہے ناشتہ کر رہا ہو یا بیوی سے بات کر رہا ہو۔ تو دو سنتیں ہو گئیں اور تیسری سنت یہ ہے کہ وضو کے درمیان میں جو دُعا ثابت ہے اس کو پڑھو۔ مولانا لوگوں کی بنائی

ہوئی دُعائیں پڑھنے والے حدیث کی دُعا کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ بات میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے بتائی کہ ہر وضو کے وقت میں اگر غیر مسنون دُعائیں پڑھیں گے تو حدیث کی دُعا کیسے پڑھ سکیں گے؟ لہٰذا جو دُعا سنت ہے وہ یہ ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ﴾

(عمل الیوم واللیلة للنسائی)

اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے مکان کو وسیع کر دے، اور (چونکہ بڑا مکان دیکھ کر مہمان بہت آئیں گے اس لئے) رزق میں بھی برکت دے دے۔

وضو کے بعد کی دُعا اور اس کی حکمت

جب وضو ختم ہو جائے تو کلمۂ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھ کر یہ دُعا پڑھو:

﴿ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ﴾

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۸)

اے اللہ! ہم کو توّابون یعنی بہت زیادہ توبہ کرنے والا بنا دے اور طہارتِ باطنی بھی نصیب فرما دے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وضو کے بعد یہ دُعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں سکھائی؟ اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

بواسطۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بندوں کو سکھا دیا کہ اے اللہ! اوپر کے اعضاء تو ہم نے دھو لئے مگر دل تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا لہٰذا ہمارے دل کو بھی دھو دیجئے یعنی دل کو غیر اللہ سے پاک کر دیجئے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ اے اللہ! ہم کو توّابون بنا دیجئے اور توبہ تین قسم کی ہے:

توبہ کی تین قسمیں

۱۔ اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِیَةِ اِلَی الطَّاعَةِ گناہ چھوڑ کر عبادت گزار، فرماں بردار ہو جاؤ۔

۲۔ توبہ کی دوسری قسم ہے اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَی الذِّکْرِ غفلت کی زندگی چھوڑ کر ذکر اللہ جو شیخ نے بتایا ہو شروع کر دو اور جب ذکر شروع کرو تو یہ شعر پڑھ لیا کرو۔

مدت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ
اک جسمِ ناتواں کو توانائی دے گیا

بتاؤ بادام اور مرغی کا سوپ (SOUP) کون پیدا کرتا ہے؟ تو جو اس کا پیدا کرنے والا ہے اس کے نام میں کتنی طاقت ہوگی؟ آج کل لوگ سوپ پیتے ہیں، میں کہتا ہوں سوپ سے زیادہ مالک کو یاد کرو اور گناہ چھوڑ دو۔ گناہ سے قلب اور قالب دونوں میں کمزوری آتی ہے، گناہ سے پہلے دل کمزور ہوتا ہے اور دل جسم کا بادشاہ ہے، جب بادشاہ کمزور ہو تو جسم تو رعایا ہے وہ کیسے کمزور نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابلے

میں کافر ٹھہرتے نہیں تھے۔ تقویٰ کی برکت سے بہت طاقت رہتی ہے۔

۳۔ توبہ کی تیسری قسم ہے اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَیْبَۃِ اِلَی الْحُضُوْرِ اگر کسی وقت دل اللہ سے غائب ہو جائے اور دُنیا میں پھنس جائے تو فوراً دل کو پکڑ کر اللہ کے حضور میں حاضر کر دو۔ دل کو غائب نہ ہونے دو، جس کا دل ہر وقت اللہ کے حضور میں رہے سمجھو وہ اعلیٰ قسم کا تائب ہے یعنی توّاب ہے مگر یہ نسبت ملتی ہے اہل نسبت کی صحبت سے۔ اللہ والوں کی صحبت سے ایسا تعلق نصیب ہوتا ہے کہ وہ ایک سیکنڈ بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتا، چاہے کاروبار کرتا ہو، بزنس کرتا ہو، بادشاہت کرتا ہو۔ اس پر میرا ایک اردو کا شعر ہے ؎

دُنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

جس کی میں نے یہ تعبیر کی ہے کہ اگر کوئی کانٹا چبھ کر ٹوٹ جائے تو آپ بریانی پلاؤ کھا رہے ہوں یا نئی شادی ہوئی ہو، نوٹوں کی گڈیاں گن رہے ہوں تو کیا اس کانٹے کا درد نہیں رہے گا؟ اس کی چبھن ہر وقت رہے گی، تو اللہ تعالیٰ کی محبت پر اختر کا یہ شعر ہے ؎

کوئی کانٹا چبھے اور ٹوٹ جائے
اِسی کا نام ہے دردِ محبت

مگر یہ درد ملتا ہے اللہ والوں کی صحبت سے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس نتواں کشت الا ظلِ پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

نفس کی خواہشات مغلوب نہیں ہوسکتیں جب تک پیر کا سایہ نہ ہو۔

نفس کے مٹنے کی مثال

اگر کوئی گدھا نمک کی کان میں گر جائے تو نمک بن جاتا ہے یانہیں؟ مگر مرنے کے بعد نمک بنتا ہے جب تک سانس لیتا رہے گا گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ یاد رکھو! یہ بہت عمدہ مثال ہے، اگر گدھا زندہ رہے اور سانس لیتا رہے تو گدھا رہے گا، جب مر جائے گا تو نمک بن جائے گا۔ جو نفس کو مٹا دے گا تو پھر اللہ والوں کے ماحول میں وہ بھی اللہ والا ہو جائے گا۔ جو لوگ اللہ والوں کے ماحول اور صحبت میں بھی اللہ والے نہیں بن سکے ان کا نفس گدھا زندہ تھا، سانس لے رہا تھا، یعنی وہ گناہ نہیں چھوڑ رہے تھے۔ آپ لوگ خوب سمجھ گئے میری بات، بھئی اتنی عمدہ مثال ہے کہ اگر گدھا سانس لے رہا ہے تو بتاؤ وہ نمک بنے گا؟ سانس اور اس کی حیات مانع نمکیات ہے، اسی لئے جن لوگوں نے اپنے نفس کو مٹا دیا وہ اللہ کے ولی ہو گئے اور جب اللہ کے ولی ہو گئے اور نسبت عطا ہو گئی تو اُن کے آثارِ نسبت کو نہ صرف خود اُنہوں نے بلکہ سارے عالم نے محسوس کرلیا۔

نسبت مع اللہ کے آثار

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جب کوئی آدمی ولی اللہ بنتا ہے اور اُسے نسبت عطا ہوجاتی ہے تو کیا اس صاحبِ نسبت کو اپنی نسبت اور ولایت کا علم ہو جاتا ہے؟ یعنی کیا اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ اب میں صاحبِ نسبت ہو گیا ہوں؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! جب آپ بالغ ہوئے تھے تو آپ کو پتہ چلا تھا کہ نہیں کہ میں بالغ ہو گیا یا آپ نے دوستوں سے پوچھا تھا کہ یارو! بتاؤ کہ میں بالغ ہوا یا نہیں؟ آہ! جب جسمانی بالغ ہونے کا احساس خود ہو جاتا ہے تو جس کی روح اللہ تک بالغ ہوگی اس کے قلب کے عالم کا کیا عالم ہوگا؟ کیا اس کو پتہ نہیں چلے گا ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جس وقت اللہ دل میں آتا ہے یعنی تجلّی خاص سے متجلّی ہوتا ہے تو سارے عالم کے سلاطین کے تخت و تاج نیلام ہونے لگتے ہیں، چاند سورج کی روشنیاں پھیکی پڑ جاتی ہیں، حسینوں کی دُنیا نگاہوں سے گر جاتی ہے، لیلائے کائنات اور مجانین عالم اللہ کی محبت کے نشہ کے آگے کیا بیچتے ہیں، سورج اور چاند کی روشنی کیا بیچتی ہے، بادشاہوں کے تخت و تاج کیا بیچتے ہیں! لیکن کیا کہوں یہ دردِ دل اور نسبت مع اللہ حاصل کرنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت کا ایک معتد بہ زمانہ چاہئے کہ سفر اور حضر دونوں میں ان کے ساتھ رہو اور مجاہدہ کی مشقت بھی اُٹھاؤ۔ دیکھو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ

ایک دن ان کی نظرِ عنایت پڑ جائے گی۔

اہل اللہ کی نظر کی کرامت

حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر موضح القرآن کے مصنف اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیٹے ایک مرتبہ دِلّی کی مسجد فتح پوری میں بہت دیر تک عبادت کے بعد نکلے تو ان کا دل انوار سے بھر گیا تھا، نور بھر کر دل سے چھلک رہا تھا، چہرے سے جھلک رہا تھا اور آنکھوں سے ٹپک رہا تھا۔ وہ نظر ایک کتے پر پڑگئی۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حوالہ سے راوی ہیں کہ جس طرف وہ کتا جاتا تھا دِلّی کے سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آہ! جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے ان کی نگاہوں سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے؟ اس لئے اہل اللہ کے صحبت یافتہ کو حقیر مت سمجھو، تمہاری تف اور تمہارا تھوک تمہارے چہرے کے اُوپر ہی گرے گا۔ سورج پر کوئی تھوکتا ہے تو اُس کا تھوک اُسی کے چہرے پر گرتا ہے۔ یقین رکھو کہ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کو تف زند ریشش بسوزد

جس چراغ کو حق تعالیٰ روشن کرے تو جو اس پر تھوکتا ہے اسی کی ڈاڑھی جل جاتی ہے۔ اب میں ایک قصہ سناتا ہوں۔ ایک دن میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف پڑھا

رہے تھے۔ ایک شعر کی شرح ایک گھنٹہ کی ؎

خم کہ از دریا در او راہے شود

پیشِ او جیحون ہا زانو زند

جس مٹکے کو سمندر سے خفیہ راستہ ہو۔ اب کوئی کہے کہ دریا کا ترجمہ سمندر کیوں ہو رہا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ دریا کا ترجمہ اس شعر میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے سمندر فرمایا ہے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ ہماری مثنوی کی سند یہ ہے کہ میں نے مثنوی شریف حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی انہوں نے حکیم الامت سے پڑھی اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے پڑھی۔

آپ نے میرا سلسلۂ نسب، سلسلۂ تعلیم مثنوی سُن لیا۔ تو یہاں دریا کا ترجمہ سمندر ہے۔ جس مٹکے کو سمندر سے خفیہ رابطہ ہوگا تو اگرچہ اس مٹکے کے اندر دس بیس کلو پانی ہو لیکن بڑے بڑے دریائے جیحون و دریائے فرات اس کے سامنے زانوئے ادب تہہ کریں گے۔ کیوں کہ دریائے جیحون خشک ہو سکتے ہیں لیکن جس مٹکے میں سمندر سے پانی آرہا ہے وہ خشک نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اہل اللہ کے قلوب پر علوم وارد ہوتے ہیں۔ وہ آسمانوں کی پیتے ہیں، دُنیا کے کافر زمین کی پیتے ہیں ؎

میرے پینے کو دوستو سُن لو!

آسمانوں سے مے اُترتی ہے

تو مثنوی کے اس شعر کی شرح کے دوران جب میں نے اپنے شیخ کو دیکھا تو حضرت کی آنکھیں اُس دن اتنی لال تھیں کہ جیسے ریل کا سگنل سرخ ہوتا ہے اور حضرت والا میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے دیکھ کر ادب سے فوراً نگاہ نیچی کرلی اور تقریباً دس منٹ کے بعد پھر میں نے حضرت کی طرف دیکھا تو پورے مجمع سے نظر ہٹا کر مجھ ہی کو دیکھ رہے تھے، بڑی بڑی سرخ آنکھوں سے۔ تیسری دفعہ دس پندرہ منٹ کے بعد پھر جب میں نے دیکھا تو حضرت کسی کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے مجھ ہی کو لال آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے شمس الدین تبریزی ہوں جن سے مولانا رومی نے فرمایا تھا۔

خونداریم اے جمالِ مہتری

کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری

اے شمس الدین، میرے پیر و مرشد آپ اللہ کے قرب کی شراب کا مٹکے کا مٹکا پی رہے ہیں کچھ ہمیں بھی تو عطا فرما دیجئے، اللہ کے قرب کے باغ سے کچھ میرے کان میں بھی بتا دیجئے کہ آپ اتنے مست کیوں رہتے ہیں؟ شمس الدین تبریزی نے فرمایا کہ جلال الدین تم میرے ساتھ نیک گمان رکھتے ہو لیکن میرے پاس یہ سب کچھ نہیں ہے جس کا تمہیں حُسنِ ظن ہے۔ مولانا رومی نے فرمایا کہ آپ کی تواضع سے ہم دھوکہ نہیں کھا سکتے اور دلیل میں یہ شعر پیش کیا۔

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند

چشمِ مستِ خویشتن را چوں کند

شراب کی بو کو اگر کوئی شرابی الائچی کھا کر چھپا بھی لے لیکن وہ ظالم اپنی مست آنکھوں کو کہاں لے جائے گا؟ جب دُنیاوی شراب کا یہ حال ہے تو جو راتوں کو اللہ تعالیٰ کی شرابِ آسمانی پیتے ہیں اس کا نشہ کیسے چھپ سکتا ہے۔ ریاض خیر آبادی کے ایک شعر پر ایک رئیس سبحان اللہ خان نے چاندی کے ایک ہزار روپے آج سے سو برس پہلے ان کو پیش کئے تھے۔ بولئے! ایسے ایسے لوگ بھی تھے۔آج کل میں بہت اچھے شعر پیش کرتا ہوں لیکن کوئی بھی نہیں دیتا۔ (اس مزاح پر سامعین ہنس پڑے۔ مرتب) ان کو ایک شعر پر ایک ہزار چاندی کا روپیہ دیا تھا وہ کیا شعر تھا ؎

اُتری جو آسمان سے تھی کل اُٹھا تو لا
طاقِ حرم سے شیخ وہ بوتل اُٹھا تو لا

اے شیخ حرم کے طاق میں جو تو نے چھپا کے رکھی ہے وہ مجھے بھی پلا دے۔ یعنی آسمانوں سے جو اللہ نے آپ کو اپنی محبت عطا فرمائی ہے اس کا تھوڑا سا مزہ ہمیں بھی چکھائیے۔

تو مولانا روم اپنے شیخ کے ایسے عاشق تھے کہ شیخ کی تواضع سے دھوکہ نہیں کھایا۔ شیخ اگر کہہ دے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو اُلو ہو گا جو دھوکہ کھا جائے گا۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ خدا کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے، میں کچھ نہیں ہوں۔ اُن کی یہ بات سن کر دو دیہاتی اُٹھے اور بھاگ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ جب میاں جی کے پاس کچھ نہیں ہے تو ہمیں کیا دیں گے۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ فرمانا کہ میں کچھ نہیں ہوں یہی دلیل ہے کہ وہ بہت کچھ تھے۔

کچھ ہونا مرا ذِلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرما تے ہیں کہ ایک صاحب بہت دیندار ہیں مگر ایک کمی ہے کہ اپنے کو دیندار سمجھتے بھی ہیں۔ آہ! کیا بات ہے، کیا بات ہے، اس بات کی کیا بات ہے؟ دیندار ہونا تو فرض ہے مگر خود کو دیندار سمجھنا حرام ہے۔ایک آیت قران پاک سے اس کے استدلال میں پیش کرتا ہوں ان شاء اللہ کوئی دعویٰ میرا ایسا نہیں ہو گا جس کی دلیل میں قرآن پاک یا حدیث پاک سے پیش نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کے گندے گندے تقاضوں کا تزکیہ کرلیا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا اور وہ نامراد ہو گیا جس نے اپنی گندی خواہشات اور حرام لذتوں کی درآمدات اور امپورٹنگ کو جاری رکھا کہ اللہ بھی مل جائے اور ہماری بت پرستی بھی چلتی رہے۔ ایک ٹانگ خانقاہ میں اور دوسری ٹانگ بت خانے میں یعنی حسینوں اور نمکینوں کا چکر بھی اور تسبیح پر اللہ اللہ بھی۔ تو سمجھ لو کہ ایسے اللہ نہیں ملتا، ایسا شخص نامراد اور بے سکون رہتا ہے۔مولانا روم فرماتے ہیں اے بے وقوفو! سُن لو نمکین پانی سے پیاس نہیں بجھے گی۔

نیست آبِ شور درمانِ عطش

نمکن پانی سے پیاس نہیں بجھتی بلکہ اور بڑھ جائے گی۔ اگرچہ وہ پیتے ہوئے خوش ذائقہ اور ٹھنڈا معلوم ہو۔

تو دوستو یہ عرض کرتا ہوں کہ بڈھے بڈھے لوگ بھی آج بدنظری کا شکار ہیں۔ بال سفید ہو گئے مگر نفس کی ڈاڑھی سفید نہیں ہوتی۔

دھوکہ نہ کھائیو کسی ریشِ سفید سے
ہے نفس نہاں ریشِ مسوّد لئے ہوئے

یہ میرا شعر ہے اُوپر سے ڈاڑھی سفید ہے لیکن نفس اندر کالی ڈاڑھی لئے بیٹھا ہے۔

بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

بدنظری کی لعنت

دوستو! بُت پرستی چھوڑ دو۔ خبردار! اپنی نظروں کو حسینوں پر خراب مت کرو۔ یہ حسین چلتے پھرتے بُت ہیں۔ ان کو دل سے نکال دو ورنہ نبی کی بددُعا لگ جائے گی۔ کیا بددُعا ہے نبی کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۲۷۰ پر روایت ہے کہ:

﴿ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ ﴾

اے اللہ اس ظالم پر لعنت فرما جو اپنی نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتا، جو بدنظری کرتا ہے اور جو خود کو بدنظری کے لئے پیش کرتا ہے یعنی ناظر اور منظور دونوں پر نبی کی لعنت ہے۔ ذرا نظر بازی کرتے ہوئے اس حدیث کا خیال کیا کرو کہ میں نبی کے عشق میں نعتیں پڑھتا ہوں،

اشک بار آنکھوں سے روضۂ مبارک پر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہوں مگر کس بے دردی اور جسارت کے ساتھ لعنت نبی کو اختیار کر رہا ہوں۔ بتاؤ! لعنت کے معنیٰ کیا ہیں ؟ اللہ کی رحمت سے دُوری اور اللہ کی رحمت سے دُور کس لئے ہو رہے ہو؟ مرنے والی لاشوں کے لئے، عارضی ڈسٹمپروں کے لئے پیغمبروں کے خلاف راستہ اختیار کر رہے ہو۔ بین الاقوامی اُلو اور انٹرنیشنل ڈونکی (DONKEY) جس کو دیکھنا ہو تو ان کو دیکھو جو اپنی نظر سے عارضی رنگ کو دیکھ رہے ہیں اور خود بے رنگ ہو رہے ہیں۔ ان کے ایمان کا ٹکٹ اترا جا رہا ہے اور انہیں خبر نہیں کہ ہم بیرنگ ہو رہے ہیں۔ایسے رنگ کو مت دیکھو جس سے تمہارا رنگ بے رنگ ہوجائے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بدنظری احمقوں کا گناہ ہے۔ ساری زندگی دیکھتے رہو پاؤ گے کچھ نہیں، نظر بازی کرتے کرتے مر جاؤ مگر کسی حسین کو نہیں پا سکو گے۔ عزت و آبرو الگ جائے گی۔

بدنظری کی وجہ سے ذلیل ہونے کا ایک واقعہ

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ سامنے دوسری ریل آکر کھڑی ہو گئی۔ میرے ڈبہ میں میرے سامنے ایک نوجوان نظر کا مریض تھا۔ دوسری ریل میں ایک نیا شادی شدہ جوڑا پنجاب کا تھا۔ یہ اُلو کا دادا اگرچہ جوان تھا لیکن کچھ لوگ بہت جلدی دادا بن جاتے ہیں دادا گیری کرتے ہوئے۔ یہ بار بار اس کی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ پنجابی تگڑا تھا۔ اس نے گالی دے کر کہا

کہ او خبیث کے بچّے! کیوں بار بار میری بیوی کو دیکھتا ہے؟ ہزار دفعہ دیکھ لے، پائے گا کچھ نہیں، رات کو میرے ہی پاس سوئے گی۔ دیکھو! گناہوں سے ہمیشہ ذلت ملتی ہے اور تقویٰ سے عزت ملتی ہے۔ بد نگاہی سے سوائے گالی کے اور کیا ملا۔ تو ایسے انٹرنیشنل اُلو کو دیکھنا ہو تو نظر بازوں کو دیکھو۔ بتاؤ دیکھنے سے کیا پاؤ گے؟ اپنی گھر کی چٹنی روٹی پر خوش رہو، جس کے پاس چٹنی روٹی بھی نہ ہو، مان لو شادی نہیں ہوئی یا بیوی مر گئی اب دوسرا کوئی پوچھتا نہیں تو کیا کرے؟ ایک بڈھے سے کسی نے کہا کہ جب بیوی مر گئی تو دوسری شادی کیوں نہیں کی تو بڈھے نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں کسی نوجوان لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو وہ مجھے بڈھا کہہ کر (REJECT) کر دیتی ہے اور جب کوئی بڈھی راضی ہوتی ہے تو اس کو میں (REJECT) کر دیتا ہوں ۔ دونوں طرف سے (REJECTED) ہو جاتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کا علاج یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت پر ایمان لاؤ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ ہزاروں اولیاء اللہ ایسے ہوئے ہیں جن کی شادی نہیں ہوئی، مجبوراً نہیں کر سکے جن میں بشر حافی بھی ہیں، علامہ قسطلانی بھی ہیں اور مسلم شریف کے شارح شیخ محی الدین ابوزکریا نووی بھی ہیں۔ اور آج کل کے سہارن پور کے شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب بھی ہیں لیکن جس کے پاس اسباب ہوں وہ اس سنت کو نہ چھوڑے لیکن جو مجبور ہیں وہ ماجور ہیں۔

بدنظری کا سب سے بڑا نقصان

تو یہ عرض کررہا ہوں کہ بدنظری کے گناہ کو چھوڑ دو، یہ معمولی گناہ نہیں ہے، دل کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ بدنظری کے گناہ کے باعث بہت سے لوگ خانقاہ میں رہ کر بھی ولی اللہ نہیں ہوئے۔ مولانا رومی اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک گھر میں دو چور گھس گئے۔ اس زمانے میں چراغ نہیں ہوتا تھا۔ پتھر سے پتھر رگڑ کر روئی کی بتی جلا کر روشنی حاصل کیا کرتے تھے۔ گھر والے کو آہٹ محسوس ہوئی تو اس نے پتھر رگڑا تو ایک چور نے اس پر انگلی رکھ دی، گھر والا جب بھی پتھر رگڑ کر روئی کی بتی جلاتا چور اس پر انگلی رکھ دیتا جس سے روشنی بجھ جاتی جس سے چوروں کو خوب موقع ملا مال لوٹنے کا۔ اسی طرح بہت سے سالک ذکر و تہجد سے، تلاوت سے، بزرگوں کی صحبت سے قلب میں نور پیدا کرتے ہیں لیکن شیطان اس نور پر انگلی رکھتا رہتا ہے یعنی کسی گناہ میں مبتلا کر کے طاعات کے نور کو بجھاتا رہتا ہے، ان کا نور تام نہیں ہونے پاتا، وہ ہمیشہ خام رہتے ہیں اور نسبتِ اعلیٰ ان کو حاصل نہیں ہوتی۔ اسی کے لئے دُعا ہے کہ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔

دوستو! ہمت کرلو اللہ کے نام پر، اختر کو یہ عزم لِلّٰہ دے دو کہ کبھی اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔ اللہ کے نام پر گناہ چھوڑنے کا وعدہ کرلو یہی ہمارا لِلّٰہ ہے یعنی اللہ کے لئے سوال کرنا ہے، یہی ہمارا چندہ ہے اور گناہ سے کچھ فائدہ نہیں، کسی دن جنازہ دفن ہوگا۔ آپ بتائیے!

مرنے کے بعد کوئی انسان گناہ کرسکتا ہے؟ تو مرنے کے بعد جو گناہ مجبوراً چھوڑنے والے ہو زندگی میں اپنے اختیار سے چھوڑ کر انعامِ ولایت لے لو۔ جیتے جی اللہ پر فدا ہو جاؤ۔ مُردہ کیا اللہ پر فدا ہوگا؟ جیتے جی اللہ پر فدا ہو جاؤ پھر دیکھو اللہ کیا نوازش کرتا ہے۔ پورے عالم میں دھوم مچادے گا۔ تم اپنے کو چھپاتے پھرو گے۔ سارا عالم تمہارے تقویٰ کی خوشبو کے پیچھے پھرے گا۔

خلقے پسِ دیوانہ و دیوانہ بکارے

اور جو مرنے والوں کے دیوانے ہیں بس کیا کہیں کہ کس قدر گھاٹے میں ہیں۔ سب سے بڑا عذاب بدنظری کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے قرب سے محروم رکھتا ہے۔ بتاؤ! اس سے بڑا کوئی عذاب ہے کہ انسان اپنے اللہ کی نسبتِ خاص نہ پائے اور ہمیشہ گناہوں کے اندھیرے میں چمگادڑ کی طرح زندگی گذار دے۔ مرنے کے بعد جب اللہ پوچھے گا کہ تم نے تقویٰ اور تزکیہ سے میرے قربِ خاص کو حاصل کیا تھا؟ تو کیا کہو گے کہ میں مرنے والے اور ہگنے والے حسینوں کے چکر میں تھا آپ کے قرب کو کیسے پاتا۔ عود کا عطر کیسے لگ سکتا ہے جب کہ بلی کا پاخانہ بھی لگا ہو؟ کوئی پاخانہ پر عود کا عطر لگا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بھی اپنا قرب اس ظالم کو عطا نہیں فرماتے جو نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتا، قلب کی حفاظت نہیں کرتا۔

توبہ کرنے والا بھی ولی اللہ ہے

لیکن اگر کوئی توبہ کرلے تو اب اس کے ماضی کو مت یاد دلاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ اس لئے میں نے میر صاحب کا نام لے کر

ایک مضمون پیش کیا ہے مگر یہ مت سوچنا کہ میر صاحب کے لئے کہا ہے، سب کے لئے کہا ہے۔ میرؔ علی گڑھ یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے ہیں۔ یہ میں ان کی تاریخ بیان نہیں کر رہا ہوں، عام حالات بیان کر رہا ہوں، ان کے ساتھ بدگمانی مت کرنا۔ جب یہ یونیورسٹی میں تھے تو ہم انہیں جانتے بھی نہیں تھے، ہماری ان کی اُس وقت ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی۔ یہ مجھ سے جب کراچی میں ملے تو تیس سال کے تھے۔ میں نے ایک مضمون فرضی بنایا ان کو استعمال کر لیتا ہوں اور یہ استعمال پر راضی اور خوش ہیں۔

خوبرویوں سے ملا کرتے تھے میر
اب ملا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مت کرے تحقیر کوئی میر کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

دیکھو! الیکشن کے زمانے میں ایک پارٹی دوسری پارٹی کو گالیاں دیتی ہے۔ اس وقت کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن جب انتخاب میں کامیاب ہوگیا تو اس کے بعد اگر کوئی اس کی شان میں گستاخی کرے تو جیل خانے جائے گا۔ اللہ کے راستہ میں بھی نفس و شیطان کے الیکشن میں جب تک مقابلہ ہو رہا ہے اس وقت تک اس کی آبرو علیٰ معرض الخطر ہے لیکن جب اس نے نفس و شیطان کو پٹخ دیا اور اللہ کا ولی ہوگیا اب اس کو ماضی کا طعنہ نہ دو کہ تم پہلے ایسے تھے یعنی تِلّی کا تیل جب روغنِ گل ہوگیا تو اب اسے روغنِ کنجد یعنی تلّی کا تیل مت کہو۔

روغنِ گل روغنِ کنجد نہ ماند

تِلّی کا تیل جب گلاب کی صحبت سے روغنِ گل ہوگیا تو اب وہ تِلّی کا تیل نہیں ہے، اب روغنِ گل ہے۔ جب برف نے سورج دیکھ لیا اور پگھل کر پانی ہوگیا، اب اس کو پانی کہو برف نہ کہو، اب وہ سیال ہے اس کو جامد مت کہو۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ جب تیسری بار میں نے حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا تو حضرت اب بھی میری طرف ہی دیکھ رہے تھے اور آنکھیں ویسے ہی سرخ تھیں۔ یہ اسی نظر کا صدقہ ہے جو آپ لوگ مجھے اپنی نظر میں لئے ہوئے ہیں، یہ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کا صدقہ ہے۔ اہل اللہ کی نظر سے جب کُتّا بھی محروم نہیں رہا تو اختر تو آخر انسان ہے۔ بہت سے ایسے دوست جو آج سے ۲۵ سال پہلے میری دُعا سنتے تھے کہ اے خدا! سارے عالم میں اختر کے درد کو نشر فرما تو اس وقت بھی وہ مجھ سے نیک گمان رکھتے تھے لیکن الحمدللہ دیکھو آج امریکا، کینیڈا، ٹورنٹو، برطانیہ، ساؤتھ افریقہ، ڈربن، کیپ ٹاؤن، جوہانسبرگ، ہندوستان، بنگلہ دیش ساری دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بلایا جارہا ہوں، ہرجگہ سے ٹیلی فون آتے رہتے ہیں کہ کب آؤ گے؟ اختر میں کوئی بات نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بات کی کیا بات ہے۔

تزکیہ یافتہ ہونے اور تزکیہ یافتہ سمجھنے کا فرق

تو دوستو! میں اپنے موضوع کو پیش کرتا ہوں۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا جملہ خبریہ ہے لیکن جملہ خبریہ میں جملہ انشائیہ ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کرو۔ اس کے بعد دوسری آیت میں فرمایا فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ اپنے نفس کو مزکّٰی مت کہنا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا سے معلوم ہوا کہ اپنی اصلاح کرنا، تزکیہ کرنا واجب ہے اور فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ میں حکم ہے کہ اپنے کو پاک مت سمجھو۔ فَلَا تُزَكُّوْا میں نفی ہے کہ اپنی طرف نسبتِ تزکیہ نہ کرو کہ میں پاک و صاف ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ تزکیہ کردن واجب اور تزکیہ گفتن حرام یعنی اپنے نفس کا تزکیہ و اصلاح کرنا تو واجب ہے لیکن اپنے کو پاک سمجھنا، تزکیہ یافتہ اور اصلاح یافتہ سمجھنا حرام ہے۔

تکبر کا علاج

اگر تکبر سے بچنا ہے تو اپنے کو سارے عالم سے کم تر سمجھو۔ حج و عمرہ، مدارس و اہتمام، درسِ قرآن شریف و درس بخاری شریف کے بعد بھی اگر دل میں تکبر ہوگا تو ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ لٰہذا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو دو جملے استعمال کرے گا تکبر کی خطرناک بیماری سے نجات پا جائے گا، جنت کی خوشبو سے محروم نہیں رہے گا۔ وہ جملے یہ ہیں کہ اے خدا! میں سب مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور سارے جانوروں سے، کافروں سے، سُوَر اور کُتّے سے بھی کمتر ہوں فی المآل، یعنی مجھے نہیں پتہ کہ میرا خاتمہ کیسا ہوگا لٰہذا جب تک ایمان پر خاتمہ

نہیں ہوجاتا میں کافروں اور جانوروں سے بھی کمتر ہوں۔ بڑے پیر صاحب حضرت عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

ایماں چو سلامت بہ لبِ گور بریم
احسنتُ بریں چستی و چالاکی ما

جب میرا خاتمہ ایمان پر ہوجائے گا، جب میں قبر میں ایمان کو سلامتی سے لے جاؤں گا تب کہوں گا کہ ہاں عبدالقادر! تو نے خوب عقلمندی اور ہوشیاری سے آخرت کا کام بنایا۔ اس لئے دوستو! اپنی بڑائی کبھی نہ سوچو اور غصہ کی بیماری بھی تکبر کی اولاد ہے اور شیخ کے ڈانٹنے سے جس کے اندر اعتراض اور نفرت پیدا ہو یہ دلیل ہے کہ بہت ہی بڑا متکبر ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اپنی شان کیوں بنائی؟ جبکہ تمہاری شان کے متعلق تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ شیخ کے پاس جاؤ تو اپنی شان مٹا کر جاؤ۔ خواجہ صاحب نے جب حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تو ایک پرچہ بھیجا اور اس میں یہ درخواست کی تھی ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجے مٹا دیجے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

جو اپنے نفس کو نہیں مٹا سکتا وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پا سکتا۔ بتاؤ کلمہ میں لا اِلٰہ پہلے ہے یا اِلا اللّٰہ۔ جس دن نفی لا کی زوردار ضرب لگ گئی ان شاء اللہ تعالیٰ اسی دن نفس مع اپنی تمام خواہشاتِ بد کے فنا ہوجائے گا، اسی دن آپ کو سارے عالم میں اِلا اللّٰہ نظر آئے گا، جدھر جاؤ گے

وہیں اللہ کا جلوہ نظر آئے گا۔ آہ! مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا، یہ آپ لوگوں کی برکت سے اچانک یاد آتا ہے، میں پہلے سے نہیں سوچتا کہ کیا بیان کروں گا۔ تو وہ شعر یہ ہے ؎

وہ مالک ہے جہاں چاہے تجلّی اپنی دکھلائے
نہیں مخصوص ہے اس کی تجلّی طورِ سینا سے

اور

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

میرا کلام چھپنے دو پھر دیکھنا کہ اختر کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے اشعار ظاہر فرمائے ہیں۔

وقوعِ قیامت کے عجیب و غریب دلائل

تو میں نے جس آیت کو پیش کیا ہے اس سے میں وجوبِ قیامت پر دلائل پیش کرتا ہوں جو میں نے اپنے شیخِ اوّل حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تمام دُنیا کے سائنسدان اور کفار و مشرکین بھی اس وقت بیٹھے ہوتے تو قیامت کے وقوع کو تسلیم کر کے اُٹھتے۔

ایک مُشرک اور کافر شخص جس کا نام عاص ابن وائل تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا اور ایک پرانی ہڈی کو ہاتھ سے مَل کر ہواؤں میں اُڑا دیا۔ پھر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کیا کہ کیا اس

بوسیدہ ہڈی کو جس کو میں نے مَل کر فضاؤں میں اُڑا دیا ہے کیا آپ کا خدا زندہ کردے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب سکھایا۔ پیغمبروں کا استاد اللہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ اے نبی! اس ظالم کو بتا دیجئے:

﴿ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾

وہی اللہ اسے زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا ہے یعنی پہلی تخلیق کے وقت ان ہڈیوں کا وجود ہی نہ تھا اور زندگی سے کوئی تعلق ہی نہ تھا اور اب تو ایک بار پیدا ہونے کے بعد حیات سے ایک قسم کا تعلق پیدا ہوچکا ہے تو دوبارہ ان کو جمع کرکے ان میں حیات پیدا کرنا اللہ کے لئے کیا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ماضی، حال اور استقبال کو خوب جانتا ہے۔ جہاں جہاں وہ بکھر جائے گا، منتشر ہوجائے گا خدا کے علم سے دُور نہیں ہوسکتا۔ اب اس پر میرے شیخ کی تقریر سنئے۔ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ ﴾

ہم نے انسان کو مَنی سے پیدا کیا۔

یہ تخلیق اوّل کی شرح ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کافر کے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں، یہ اللہ کا جواب ہے جس میں کوزہ میں سمندر بھرا ہوا ہے۔ انسان کس سے پیدا ہوتا ہے؟ مَنی سے! اور مَنی خون سے بنتی ہے

اور خون غذاؤں سے بنتا ہے اور غذائیں سارے عالم میں منتشر ہیں۔ تو اوّل مرتبہ جب اللہ نے پیدا کیا تو انسان سارے عالم میں بکھرا ہوا تھا۔ اگر کسی انسان کا جز مدینہ شریف کی عجوہ کھجوروں میں ہے تو اس کا باپ حج کرنے جائے گا تو وہی کھجور کھائے گا جس میں علمِ الٰہی میں اس کا ذرّہ رکھا ہوا ہے۔ اگر اس کے باپ کے خون کا کوئی ذرّہ کوئٹہ کی بکریوں میں ہے اور کوئٹہ کے پہاڑوں کی گھاس میں ہے تو کوئٹہ کی بکریوں کو وہ گھاس کھلائی جائے گی جس میں اس بندہ کے تخلیقی ذرّات ہیں۔ پھر وہ بکریاں کراچی یا حیدرآباد وغیرہ پہنچیں گی یا ان کا گوشت پہنچے گا اور اس گھاس اور تنکوں میں پوشیدہ اس بندہ کے تخلیقی ذرّات بکریوں کے ذریعہ اس کے باپ کے خون میں داخل ہوں گے جس سے وہ قطرۂ مَنی بنے گا جس سے اس بندہ کو پیدا کرنا ہے۔ اگر اس انسان کے تخلیقی ذرّات قندھار کے اناروں میں چھپے ہوئے ہیں تو قندھار کے انار پاکستان امپورٹ (IMPORT) ہوکر آئیں گے اور اس کا باپ وہ انار کھائے گا۔ اگر اس انسان کا کوئی جز آسٹریلیا کے گندم میں ہے تو پاکستان مجبور ہوگا کہ اس گندم کو منگا کر اس کے ماں باپ تک پہنچائے۔ اگر وہ تخلیقی اجزاء ملکِ شام کے سیبوں میں ہیں تو وہ سیب اس تک پہنچائے جائیں گے مثلاً اس کے باپ کو حج نصیب ہوگا اور شام کا سیب مکہ شریف میں کھائے گا یا پھر وہ سیب اس کے ہی ملک میں پہنچایا جائے گا۔ اگر لیبیا (LIBYA) کے کیلوں میں ہے تو لیبیا سے وہ کیلا اس کے ملک میں آئے گا اور اس کا باپ

وہ کیلا کھائے گا جس کے ذریعہ اس کا وہ ذرّہ پیدائش جو اس کیلے میں تھا اس کے جسم میں چلا جائے گا اور خون بن جائے گا اور جہلم سے جاری ہونے والا دریائے سندھ جہاں جہاں سے گذرتا ہے، جن جن معدنیات، جن جن کانوں، جن جن پہاڑوں سے گذرتا ہے ان میں اگر اس کا کوئی ذرّہ ہے تو دریائے سندھ کے پانی کے ذریعہ وہ ذرّہ اس کے جسم میں داخل ہوجائے گا اور جب اس کا ابّا سارے عالم میں بکھری ہوئی ان منتشر غذاؤں کو اور پانی کو کھا پی لے گا جس میں اس بندہ کے ذرّاتِ تخلیق تھے تو اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی پیدائش کے اجزا کو خون میں جمع کردے گا، پھر خون سے مَنی میں منتقل کرے گا، پھر مَنی کے اس قطرہ میں منتقل کرے گا جس سے اس کا نطفہ منجمد ہوگا، پھر جا کر وہ انسان بنے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں بتادیا کہ اے قیامت کا انکار کرنے والے ظالم انسان! تو سارے عالم میں منتشر تھا، تو لیبیا کے کیلوں میں تھا، شام کے سیبوں میں تھا، قندھار کے اناروں میں تھا، آسٹریلیا کے گندم میں تھا اور کوئٹہ کے پہاڑوں کی بکریوں میں تھا ہم نے سارے عالم سے کس کس طرح ان غذاؤں کو تیرے باپ تک پہنچایا جن کو کھا کر تیرے باپ کے اندر ہم نے خون بنایا پھر خون سے مَنی بنائی اور مَنی سے وہ قطرہ الگ کیا جس سے تجھ کو پیدا کرنا تھا۔ آہ! اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب سکھایا کہ اس نالائق کو آپ جواب دیجئے جو قیامت کا انکار کرتا ہے کہ تو سارے

عالم میں منتشر تھا ہم نے تجھ کو جمع کر کے پہلی دفعہ پیدا کیا اور جب تجھے ایک دفعہ جمع کر دیا تو دوبارہ جمع کرنا کیا مشکل ہے؟ جب سارے عالم میں منتشر تیرے اجزاء کو جمع کر کے تیرے باپ کے نطفہ میں ایک بار جمع کر دیا تو دوبارہ جمع کرنے پر ایمان لانے میں تجھے کیا مشکل ہے؟

دُعا اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ کی انوکھی تشریح

اب ایک دُعا سکھاتا ہوں جس کی برکت سے ہم اور آپ قیامت میں سرخ رُو ہو جائیں گے اور ان شاء اللہ قیامت میں رسوا نہ ہوں گے، وہ بخاری شریف کی دُعا ہے۔ یہ مضمون آج میں نے کراچی سے آتے ہوئے بس میں بیان کیا۔ اچانک وارد ہوا تھا۔ دوستوں نے کہا کہ زندگی میں پہلی دفعہ ایسا مضمون سنا ہے۔ دوبارہ اس لئے بیان کر رہا ہوں تاکہ آپ لوگ بھی سُن لیں۔ اِس دُعا کو آج سے اپنے اوپر لازم کر لیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ اِس دُعا کی برکت سے رشد و ہدایت نصیب ہوگی اور قیامت کے دن ہم سرخ رو ہوں گے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک کافر اپنے صحابی بیٹے کے ساتھ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کافر نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! اگر میں ایمان لاؤں تو آپ مجھے کیا دیں گے؟ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو ایمان لے آیا تو میں تجھے دو نعمتیں دوں گا۔ کچھ دن کے بعد وہ ایمان لے آیا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں ایمان لے آیا، آپ اپنا وعدہ پورا کر دیجئے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے

فرمایا کہ دو نعمت دینے کا وعدہ تھا، لے، دونوں لے لے، یہ وعدۂ رسالت ہے، عام انسانوں کا وعدہ نہیں ہے۔ نمبر ایک نعمت یہ ہے کہ ہمیشہ یہ دُعا کیا کر اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ اے اللہ! ہدایت کی باتیں میرے دل میں الہام فرماتے رہیے، اَلْھِمْنِیْ امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں، حال اور استقبال، مطلب یہ کہ اپنی خوشی اور ہدایت کی راہوں کو اِس وقت بھی میرے دل میں ڈالتے رہیے اور آئندہ بھی ڈالتے رہیے، کیونکہ اگر آپ کا الہامِ ہدایت ہمارے قلب کو نصیب نہیں ہوگا تو ہمارے اجسام گناہوں کے گٹر میں گر جائیں گے۔

رُشد کے معانی پر قرآن پاک سے عجیب استدلال

معلوم ہوا کہ رُشد ایک نعمت ہے مگر رُشد کو سمجھنے کے لئے قرآن شریف سے مدد لینی پڑے گی کیونکہ سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علومِ نبوت مقتبس ہیں انوارِ قرآن سے، آپ کے تمام علومِ نبوت کا اللہ تعالیٰ کے کلام سے اقتباس کیا گیا ہے چنانچہ دیکھنا پڑے گا کہ قرآن شریف میں رُشد کہاں آیا ہے؟ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اصحابِ نبی!

﴿ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِ یْمَانَ ﴾

ہم نے تمہارے دل میں ایمان کو محبوب کر دیا۔

﴿ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ﴾

اور تمہارے دل میں اس کو رچا دیا، مزین کر دیا، راسخ کر دیا۔

﴿ وَکَرَّهَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ ﴾

اور مکروہ کردیا تمہارے دل میں کفر کو

﴿ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ﴾

اور گناہ کبیرہ کو اور مطلق گناہ، ہر قسم کے گناہ یعنی گناہِ صغیرہ کو،

یہ تعمیم بعد التخصیص ہے، فسوق خاص ہے بڑے گناہ کے لئے، فاسق اس کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور عصیان مطلق گناہ، ہر قسم کی نافرمانی کو شامل ہے، اس کو بلاغت میں تعمیم بعد التخصیص کہتے ہیں۔ یہ میں آپ کو مختصر المعانی پڑھا رہا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے اصحابِ نبی! ہم نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب کر دیا اور کفر کو، کبیرہ گناہ کو اور تمام قسم کی نافرمانیوں کو مکروہ کردیا۔ مکروہ کے کیا معنی ہیں اور محبوب کے کیا معنیٰ ہیں؟ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں؛

﴿ اَلْمَكْرُوْهُ هُوَ ضِدُّ الْمَحْبُوْبِ ﴾

مکروہ فعل وہ ہے جو محبوب کی ضد ہو۔

اور ﴿ اَلْمَحْبُوْبُ هُوَ ضِدُّ الْمَكْرُوْهِ ﴾

محبوب فعل وہ ہے جو مکروہ کی ضد ہو۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں دونوں متضاد الفاظ کو نازل فرمایا کہ حَبَّبَ تو یہ ہے کہ ایمان کو محبوب کردیا اور کَرَّهَ کیا ہے؟ ایمان کی ضد، ایمان کا اپوزِٹ (Opposite) اور دشمن ہے۔ کفر دشمنِ کامل ہے اور فسوق اور عصیان دشمنِ ناقص ہیں۔ دشمنِ ناقص سے دوستی کروگے تو ایمان ناقص ہوجائے گا اور دشمنِ کامل یعنی کفر سے دوستی کروگے تو ایمان ہی ختم

ہوجائے گا لہٰذا حَبَّبَ وَ کَرَّہَ دو نعمتیں ہیں، بعضوں کے دل میں حَبَّبَ تو ہے مگر حَبَّبَ کامل نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس کَرَّہَ نہیں ہے، ہر وقت گناہ کی چاٹ پڑی ہے، گناہوں کی چاٹ کھانے والے کا دل نیکیوں سے اُچاٹ رہتا ہے، ایسا شخص کبھی سکون نہیں پائے گا۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بتادیا کہ جو شخص اپنے دل میں ایمان کو محبوب پائے اور کفر اور جملہ نافرمانیوں کو مکروہ پائے تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا ہے، اس لئے حَبَّبَ کی ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف ہے اور کَرَّہَ کی ضمیر بھی اللہ کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ اس لئے نازل فرمائے کہ بڑے سے بڑا ولی اللہ بھی اگر اپنے دل میں میری محبت پاتا ہے تو یہ میری ہی عطا ہے، اے خلق! میری عطاؤں کو اپنی طرف نسبت مت کرنا، یہ عطائے خالق ہے، حَبَّبَ بھی اللہ کی عطا ہے اور کَرَّہَ بھی۔ جسے اللہ کی محبت محسوس ہو اور گناہوں سے نفرت ہو تو اس کو اپنا کمال نہ سمجھے بلکہ جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہی لوگ راہِ راست پر ہیں۔ تو رَاشِدُوْنَ اگر بننا ہے اور رُشد کی نعمت تم چاہتے ہو جس کی دُعا اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ میرے نبی نے تم کو سکھائی ہے تو اس کی تفسیر میرے کلام سے سیکھو کہ رُشد کے معنیٰ کیا ہیں اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ یعنی جس کے قلب کو ہم رُشد اور ہدایت کا الہام کریں گے اس کے قلب میں میری محبت داخل ہوگی اور میری نافرمانی سے اس کو عداوت، نفرت اور کراہت ہوگی۔

مذکورہ دُعا کا آیت اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ سے خاص ربط

لہٰذا جب یہ دُعا مانگو تو پوری تفصیل سمجھ لو اور یقین رکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ دُعا ضرور قبول فرمائیں گے کیونکہ اگر قبول نہ کرنا ہوتا تو دُعا کا حکم ہی نہ دیتے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم مانگو میں قبول کروں گا۔ آپ بتائیں! اگر کوئی ابا کہے بیٹو! مجھ سے مانگو میں ضرور دوں گا تو بیٹے کو شک کرنا جائز نہیں لہٰذا جس کو اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ کا فرد بننا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرے اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ اے اللہ! رُشد و ہدایت کا ہمارے قلب کو الہام عطا فرماتا کہ ہمارے قلب اور قالب آپ کی مرضی پر فدا ہوں، ہر وقت آپ کی محبت پر فدا ہوتے رہیں اور آپ کی ناراضگی سے بچتے رہیں۔ اس دُعا میں تینوں زمانے موجود ہیں کیونکہ مضارع سے امر بنا اور امر مضارع میں دونوں خاصیتیں ہیں، حال کی بھی اور استقبال کی بھی اور ماضی اس طرح شامل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے، سنت الٰہی یہ ہے کہ جو اپنے حال کو درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ماضی کو درگذر فرما دیتے ہیں۔

آہ! کیا بات ہے، کیا بات ہے اس بات کی کہ جو شخص اپنے حال کو درست کرلیتا ہے مالک کو راضی کرلیتا ہے، رو رو کر اس کو منا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ماضی کو درگذر فرمادیتے ہیں اور جس کا حال درست ہوجاتا ہے اس کے مستقبل کو اللہ تعالیٰ نورِ تقویٰ سے تابناک کردیتے ہیں۔ اس دُعا میں

تینوں زمانوں کی اصلاح موجود ہے، ماضی درست ہوجائے، حال درست ہوجائے، اور مستقبل بھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ جملہ اسمیہ سے نازل فرمایا کہ جس کے قلب کو ہم محبت دیں گے اور کفر و فسق ونافرمانی سے کراہت دیں گے تو وہ رَاشِدُوْنَ ہوجائیں گے۔ جملہ اسمیہ دلالت کرتا ہے دوام پر، یہاں جملہ فعلیہ سے نازل نہیں فرمایا ورنہ رُشد و ہدایت میں عدم استقلال لازم آتا۔ جملہ اسمیہ نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اہلِ محبت کبھی گمراہ نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی محبت میں اور کفر وفسق وعصیان سے ان کی کراہت میں دوام ہوتا ہے۔ اہلِ محبت کے بارے میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

میں ہوں اور حشر تک اس دَر کی جبیں سائی ہے

سرِ زاہد نہیں، یہ سر سرِ سودائی ہے

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ محبت کی لغت بغیر دونوں ہونٹ ملائے ادا نہیں ہوسکتی تو معلوم ہوا کہ جس کا اسم اور لغت متقاضی وصلِ دوام ہے اس کا مسمّٰی کیسا ہوگا۔ لہٰذا جس کو اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا کریں گے وہ گناہوں پر دوام نہیں کرسکتا، استغفار توبہ اور آنسوؤں سے اپنے وصل کو بحال کرلے گا۔ مچھلی کو پانی سے محبت ہے تو بتاؤ اگر مچھلیوں کو ڈرایا جائے کہ سمندر میں آج کل بڑی مچھلیاں آئی ہوئی ہیں جو چھوٹی مچھلیوں کو نگل رہی ہیں لہٰذا تم چند دن دریا سے باہر گذار لو ورنہ کسی بڑی مچھلی کا لقمہ بن جاؤ گی تو کیا مچھلیاں باہر نکل آئیں گی؟ وہ کہیں گی کہ پانی سے

تو باہر نکلتے ہی ہمیں موت آجائے گی، اگر مرنا ہی ہے تو یہیں مرجائیں گے، پانی جیسے معشوق کو ہم چھوڑ نہیں سکتے۔

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگ ہاست

ماہیاں را با یبوست جنگ ہاست

اے دُنیا والو! دریا سے باہر خشکی میں ہزاروں رنگینیاں پیدا کرلو مگر مچھلیوں کو خشکی سے جنگ ہے، لہٰذا یاد رکھو! اگر اللہ کے عاشقوں کو کبھی شیطان، خدا کے دریائے محبت سے نکال لے تو وہ زیادہ دیر باہر نہیں رہ سکتے فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ پر عمل کریں گے، اللہ کی طرف فرار اختیار کریں گے اور پھر قربِ خداوندی کے دریائے محبت میں اُتر جائیں گے۔ یہ ہم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان ہے کہ ہمیں اشکِ ندامت دے دیئے اور اللہ تعالیٰ اشکِ ندامت کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتا ہے۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید

اشک را در وزن باخونِ شہید

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ کی تفسیر میں حدیثِ قدسی نقل فرماتے ہیں:

﴿ لَاَ نِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴾

کہ جب گنہگار روتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آہ ونالوں کو، فریاد وفغاں کو، اشکبار آنکھوں کو، تڑپتے ہوئے قلب کو تسبیح کرنے والوں کی آوازوں سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں اس لئے کسی گنہگار اشکبار کو حقیر سمجھنے والا نابینا

ہے، اس کی آنکھوں میں موتیا اُترا ہوا ہے۔ جب آنکھوں میں موتیا اُتر آتا ہے تو آپریشن کرانا پڑتا ہے۔ خانقاہوں میں باطنی موتیا کا آپریشن ہوتا ہے اور ڈپریشن (Depresion) بلا آپریشن اچھا ہوجاتا ہے۔

الہامِ رُشد کے بعد شرِّ نفس سے پناہ مانگنے کی وجہ

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ دُعا کی پہلی نعمت ہے کہ اے اللہ جب آپ رُشد کا الہام کریں گے تو ہماری تمام حالت درست ہوجائے گی۔ ماضی، حال، استقبال آپ کی رحمت سے سب درست ہوجائے گا کیونکہ اَلْھِمْنِیْ امر ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے ہوتے ہیں تو اے اللہ! اس دُعا کی برکت سے میرے حال کی اصلاح اور میرے مستقبل کی ضمانت آپ کی امانت ہوجائے گی، آپ کی کفالت ہوجائے گی مگر مجھے اپنے نفس سے ڈر ہے وَاَعِذْ نِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور خباثتوں سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ بتاؤ! راستہ میں دل کہتا ہے کہ یہاں نظر مت ڈالو، اس عورت کو مت دیکھو تو ہدایت ہوگئی الہامِ رُشد ہوگیا، لیکن اگر دل کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور بدنظری کرلی تو نفس کی یہ شرارت ایمان کی حرارت کو بجھا دیتی ہے، نفس کہتا ہے میاں دیکھو، دیکھا جائے گا۔

آج تو عیش سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

غالب کے شعروں کا سہارا لیتے ہو؟ غالب کوئی ولی اللہ تھا؟ عاقبت کی خبر

تو اللہ تعالیٰ نے بتادی، عاقبت تو درکنار دُنیا ہی میں اسی وقت عذاب شروع ہو جاتا ہے۔

تلخ زندگی اور بالطف حیات

دوستو! دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نقطۂ آغاز، حق تعالیٰ کے عذاب کا نقطۂ آغاز ہے، دلیل بھی سن لو:

﴿ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ﴾

یہ فائے تعقیبیہ ہے جس میں تاخیر نہیں ہوتی جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اگر تم نے مجھ کو ناخوش کر کے حرام لذت حاصل کی تو تمہارے قلب پر میں بے کیفی کا عذاب اور تلخی حیات فوراً مسلط کردوں گا اور اس حیات کو حیات نہیں کہوں گا، مَعِيْشَة کہوں گا، وہ حیات نہیں ہوگی، جانوروں کا سا جینا ہوگا۔ اور اگر گناہ چھوڑ دوگے، تقویٰ والے، اللہ والے بن جاؤ گے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً تو ہم تم کو پاکیزہ حیات دیں گے، بالطف زندگی دیں گے، وہ حیات اس قابل ہے کہ تمہارا خالقِ حیات تمہاری حیات کو حیات سے تعبیر کرے گا اور اگر تم نے گناہ نہ چھوڑے تو یاد رکھو! ہم تمہارے لئے حیات کی لُغت کا اطلاق ہی نہیں کریں گے، ہم یہ کہیں گے وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا تمہاری حیات اس قابل نہیں کہ میں اسے حیات کہوں کیونکہ تم خالقِ حیات سے دُور ہو چکے ہو اور خالقِ حیات کو ناراض کر چکے ہو، حرام لذتوں کی درآمدات کے عادی ہو چکے ہو، تمہیں ہر وقت چوری کی عادت ہے، تم حسینوں کا نمک

چرالیتے ہو، تمہای نمک حرامی کی اس عادت سے تمہاری زندگی تلخ ہوجائے گی، تمہارا جینا جانوروں کی طرح کا جینا ہوگا۔

ایک ظالم نے مجھ سے کہا کہ میں بدنظری کا مریض ہوں، مجھے کسی وقت نیند نہیں آتی، زندگی تلخ ہے۔ میں نے کہا کہ جب تم دیکھوگے کسی کی وائف **(Wife)** تو تم کو کھانی پڑے گی ویلیم فائیو **(Valiam Five)** اور خراب ہوجائیں گے تمہارے کوائف اور برباد ہوجائے گی تمہاری لائف **(Life)** اور جگر میں گھستا رہے گا ہر وقت اس کا نائف**(Knife)**۔
اب اس کو اردو شعر میں سن لو ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

یہ عاشقان مجاز اپنی بے چینی دُور کرنے کے لئے پھر خمیرہ آبریشم اور عرقِ بیدِ مِشک کا سہارا لیتے ہیں لیکن پھر بھی چین نہیں ملتا تو سکون کے لئے پھر کسی اللہ والے کو تلاش کرتے ہیں جس پر میرا ایک اور شعر ہے ؎

کشمکش حُسن و عشق کی جاں پہ بنی ہے میر کی
پیتے ہیں عرقِ بیدِ مِشک جستجو اب ہے پیر کی

اور اللہ والوں کو دیکھو کہ کیسے مزے میں رہتے ہیں۔ جس کو نیند نہ آتی ہو وہ خانقاہوں میں جا کر دیکھے کہ اللہ والے کیسے مزے اور سکون سے ہیں اور اللہ کے نام سے کیسے مست رہتے ہیں کیونکہ ان خانقاہوں میں وہ اللہ کو ناراض نہیں کرتے اس لئے چین کی نیند سوتے ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

دیکھ کر گُل رخوں سے سناٹا
میر لیتا ہے خوب خراٹا

لوگ خانقاہ کو کہتے ہیں کہ یہ حلوہ مانڈے کی جگہ ہے۔ حلوہ مانڈے والی خانقاہیں خانقاہ نہیں خوامخواہ ہیں اور اُن کے شاہ صاحب، شاہ صاحب نہیں سیاہ صاحب ہیں۔ یہ سب نقلی مال ہے لیکن اصلی اور نقلی مال میں فرق نہ کرنا یعنی اصلی اللہ والوں میں اور جعلی پیروں میں فرق نہ کرنا اور کہنا کہ سب ایک سے ہی ہیں سخت بد دیانتی ہے اور یہ سب حاسدین کی باتیں ہیں۔ آہ! آج اختر سے خانقاہ کی تعریف سن لو۔ خانقاہ اُسے کہتے ہیں کہ جہاں ایسی آہ کرنا سکھایا جائے کہ جاہ اور باہ سب نکل جائے اور خالص آہ رہ جائے۔ جب نفس سے باہ اور جاہ نکل جائے گی تو بس پھر وہاں اللہ ہی اللہ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور وہی خانقاہ ہے۔ خانقاہ کی تعریف پر میرا ایک شعر ہے ؎

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اختؔر ہے اصلی خانقاہ

شہوت اور باہ سے توبہ کرو اور جاہ اور بڑائی کو بھی نکالو، جب جاہ سے جیم نکل جائے گا تو جاہ ختم ہوجائے گی اور باہ سے با نکل جائے تو باہ ختم ہوجائے گی اور خالص آہ رہ جائے گی پھر آہ میں اور اللہ میں کوئی فاصلہ نہیں آہ! اور اللہ! دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری آہ کو اپنے نام میں شامل کر رکھا ہے۔ باہ اور جاہ سے پاک ہونے کی مشقت اُٹھانے

سے جو آہ پیدا ہوگی وہی خانقاہ ہے اور وہی حاصلِ خانقاہ ہے۔

ایک دُعا میں دو نعمتیں

بخاری شریف کی یہ دُعا یاد کرلو جس کے پڑھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نعمتیں ملنے کی بشارت عطا فرمائی۔ جو یہ دُعا مانگے گا

﴿ اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ ﴾

اے اللہ! ہدایت کی راہیں میرے دل میں ڈال دے، اس وقت بھی ڈال دے اور مستقبل میں بھی ڈالتے رہیے، اگر ایک سیکنڈ کے لئے بھی آپ نے رُشد وہدایت کا الہام ختم کردیا اور نفس کے شر سے نہ بچایا کردیا توہمارے اجسام بربادی کی طرف گرجائیں گے۔ ان شاء اللہ اس دُعا کے پڑھنے سے حَبَّب بھی پاجاؤ گے اور کَرَّہَ بھی پاجاؤ گے۔

قیامت آنے کا سبب

دیکھو دوستو! قیامت اُس وقت آئے گی جب اللہ کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا تب اللہ تعالیٰ سورج وچاند کو گرادیں گے، آسمان و زمین کو گرا دیں گے کہ جب دُنیا میں ہمارے نہ رہے تو یہ شامیانے کس کے لئے باقی رکھے جائیں؟ دیکھا آپ نے! یہ قیامت کی خاص دلیل ہے کہ جب دُنیا میں ہمارے نہ رہے تو سورج چاند اور ستاروں کے رنگین شامیانے امریکہ، جاپان اور جرمنی کے کافروں کے لئے نہیں ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ سے غفلت اور اللہ اللہ کرنے والوں کے عدم وجود سے قیامت آئے گی۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا نامِ پاک سارے عالم کی جان ہے،

جانِ کائنات ہے۔ جان نہ رہے تو انسان مردہ ہوکر گر جاتا ہے۔ بس اسی طرح جس دن پورے عالم میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوگا پورا عالم گر جائے گا۔ جانِ عالم ہے اللہ، جانِ کائنات ہے اللہ۔ بعض نادان مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہم امریکہ کا دیا کھا رہے ہیں حالانکہ امریکہ ہماری برکت سے کھا رہا ہے، مسلمانوں کے صدقے میں کھا رہا ہے، جب مسلمان نہ رہیں گے تو دیکھوں گا کہ امریکہ کیسے قائم رہتا ہے اور جرمن جاپان کیسے رہتے ہیں اور ہالینڈ، تھائی لینڈ، پولینڈ، انگلینڈ وغیرہ جتنے لینڈ ہیں ان کے لینڈ کیسے رہتے ہیں۔

اجتماعی قیامت اور انفرادی قیامت

تو دوستو! اجتماعی قیامت تو یہ ہے کہ جب پورے عالم میں کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ ہوگا تو اجتماعی قیامت آجائے گی لیکن ایک انفرادی قیامت بھی ہے کہ جس مومن کا دل گناہوں کا عادی ہوکر اللہ کے ذکر سے غافل ہوجائے گا اس کے دل کے آسمان گر جائیں گے، اس کے دل کی زمین گر جائے گی، اس کے دل کے سورج اور چاند گر جائیں گے، اس کے دل کے ستارے گر جائیں گے، اس کا دل قیامت زدہ ہوجائے گا یہ اس کی انفرادی قیامت ہے۔ اس لئے دوستو! کہتا ہوں کہ زندگی کا ایک سانس بھی مالک کی ناراضگی کے لئے استعمال نہیں کرو۔

بس اب دُعا کر لیجئے۔ غالباً دس بج گئے ہیں۔ بس دس پر بس۔ دس پر قافیہ بھی بس کا ملتا ہے۔ اب دُعا کیجئے کہ اے اللہ! اپنے دستِ کرم سے، اختر کو، اس کی اولاد کو، آپ سب کو، آپ کی اولاد کو، ہم سب کو کامل ایمان و یقین عطا فرمادے۔

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما

ہماری ان جھولیوں کی طرف اپنی مہربانی کا ہاتھ بڑھایئے، ایسا ایمان و یقین عطا فرمایئے کہ اختر کی زندگی کی ہر سانس، میری اولاد کی، آپ سب کی ،ہم سب کی، ہمارے خاندان والوں کی ہرسانس اے اللہ آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ اے اللہ! ہماری ماضی کی خطاؤں کومعاف فرمادے، موجودہ حالت کو تقویٰ کے نور سے روشن فرما دے، مستقبل کو نورِ تقویٰ سے تابناک فرما دے۔ اے خدا! دردِ دل سے اختر یہ بھیک مانگتا ہے ،اختر مسافر ہے اور مسافر کی دُعا کو آپ رد نہیں کرتے، اس مسافر کی دردِ دل کی دُعا کوقبول فرمالے اور ایسی محبت، ایسا یقین عطا فرما دے، ایسا تعلق نصیب فرما دے کہ ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں اور زندگی کی ہرسانس کو آپ پر فدا کردیں پھر میری حیات رشکِ افلاک ہوجائے گی، اختر کی خاک اور آپ سب کی خاک ان شاء اللہ تعالیٰ رشکِ افلاک ہوجائے گی کیونکہ خالقِ افلاک کو ہم نے خوش کر دیا مگراللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں کہ ایک سانس بھی اس کو ناراض کرنا بہت بڑا خسارہ ہے، اس سے بدترین کوئی وقت نہیں جو خدا کی ناراضگی میں استعمال ہو اور اس سے بہترین کوئی وقت نہیں جو مالک پر فدا ہو۔ بس دردِ دل سے میری یہ دُعا ہے، میں اپنی دُعا کی قبولیت کو آپ لوگوں کی آمین کا صدقہ سمجھتا ہوں، آپ حضرات دل سے کہہ دیجئے آمین۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ دُعا قبول فرمائے۔ اختر کہتا ہے کہ

حضرت مفتی وجیہ صاحب کی برکت اور ان کے صدقے اور طفیل میں یہ مضمون بیان ہوا، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن یہ گھڑی نصیب ہوگئی، جس دن ہم اور آپ ایمان ویقین کے اس مقام تک پہنچ گئے کہ اپنے مالک کو ہر وقت خوش رکھیں ، ایک لمحہ کو بھی ناراض نہ کریں تو ہماری آپ کی حیات سلاطین کے تخت وتاج سے بہتر ہوگی، آفتاب ومہتاب کے نور سے زیادہ قلب کو روشنی عطا ہوگی، لیلائے کائنات اور مجانینِ کائنات کیا بیچتے ہیں، دُنیائے رومانٹک (Romantic) اور وی سی آر اور سینما والے کیا جانیں اس سکون کو جو اللہ تعالیٰ اپنے نام کے صدقے میں اپنے عاشقوں کے قلب کو عطا فرماتا ہے۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ وفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

وآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ
اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

❀❀❀❀❀

منکرِ قیامت سے خطاب

نوٹ: حضرت پھولپوری قدس سرہ العزیز نے اثباتِ قیامت پر بزمانۂ قیام کانپور ایک تقریر فرمائی تھی جس کو احقر نے نظم کیا تھا۔ حضرت والا پھولپوری نے اس نظم کو بار بار سُنا اور بہت پسند فرمایا۔ (محمد اختر غفرلہ)

قیامت کے منکر ذرا غور تو کر
کہ پیدا ہوا ہے تو دُنیا میں کیونکر

ورق تو اُلٹ خلق اول کا ناداں
نہ خود پر گماں کر یہ ہے کارِ یزداں

ترا یہ وجود مجسم کہاں تھا
ترا مادّہ منتشر تھا نہاں تھا

جو کھاتے ماں باپ شام و سحر میں
وہ پھیلا تھا ہندو عرب، بحر و بر میں

غذاؤں پہ آثار شمس و قمر کے
ہواؤں کے جھونکے وہ شام سحر کے

گذرتا تھا پودوں میں پانی جدھر سے
وہ مخلوط تھا معدنوں کے اثر سے

غرض سارے ذراتِ تولیدِ آدم
کہاں تھے وہ ماں باپ میں یوں منظّم

جو ذرّہ ترا تھا نہاں جس غذا میں
غذائیں وہ حاضر تھیں علمِ خدا میں

وہ اقصائے عالم سے آئے سمٹ کر
نہیں جاسکا کوئی ذرّہ بھی ہٹ کر

کھلایا انہیں تیرے ماں باپ کو جب
اکٹھے ہوئے تیرے ذرات بھی سب

بنایا اسے خون پھر اس سے نطفہ
ہوا بطنِ مادر میں جاکر وہ علقہ

پھر علقہ سے مضغہ پھر اس سے بنا کیا
بتاؤں میں صنعت گری اُس کی کیا کیا

جو بخیے کیے اُس نے اِس آب و گل میں
سمجھ سے ہے باہر یقیں کر لے دل میں

غرض جو رہا بطنِ مادر کے اندر
نکل آیا دُنیا میں انسان بن کر

وہ جس نے کیا شکمِ مادر سے پیدا
ہے قادر کرے قبر سے پھر ہُویدا

تری قبر پہلے جو تھی شکم مادر
وہ ہے قبر ثانی کی تشریح یکسر

ترا خلقِ اوّل تھا مشکل کہ ثانی
تو خود فیصلہ کر بایں راز دانی

تو خود ہے مجسم دلیلِ قیامت
اس انکار پر ہوگی تجھ کو ندامت

قیامت کا دن منتہائے عمل ہے
جزائے عمل ہے سزائے عمل ہے

❀❀❀❀❀

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰ فون: ۴۹۹۲۱۷۶